# نقد و نظر

نام کتاب : مولانا غلام رسول مہر اور پاکستان اسکیم

مصنف : پیر علی محمد راشدی

مرتب : ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری

ناشر : مجلس یادگارِ مہر - علی گڑھ کالونی - کراچی ۷۵۸۰۰

ملنے کے پتے : ۱- مکتبہ رشیدیہ، قاری منزل، پاکستان چوک - کراچی ۷۴۲۰۰

۲- مکتبہ شاہد - علی گڑھ کالونی - کراچی ۷۵۸۰۰

صفحات ۱۸۰ - کتابت، طباعت، کاغذ، جلد، سرورق عمدہ، قیمت : ۷۵ روپے -

ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری کو اللہ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے۔ وہ متعدد کتابوں کے مصنف اور مرتب ہیں۔ زیرِ نظر کتاب انھوں نے حال ہی میں مولانا غلام رسول مہر کی بیسویں برسی کے موقعے پر مرتب کی ہے۔ مولانا مہر نے ۱۶ر نومبر ۱۹۷۱ء کو وفات پائی تھی۔ ان کی وفات کے بعد پیر علی محمد راشدی نے ان کے متعلق ۱۹۷۲ء میں ایک سلسلۂ مضامین لکھا تھا جو روزنامہ "جنگ" کی کئی قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ اس میں اُنھوں نے مولانا مہر سے اپنے تعارف و تعلق اور روابط و مراسم کی داستان بیان کی ہے جو عہدِ رفتہ کے بہت سے ملکی و غیر ملکی افکار و معلومات پر مشتمل ہے۔ یہ داستان نو ابواب پر محیط ہے، اس کی پہلی قسط جسے زیرِ نظر کتاب میں پہلا باب کہا گیا ہے، ۱۳- فروری ۱۹۷۲ء کے "جنگ" میں شائع ہوئی اور آخری قسط (یا کتاب کی ترتیب کے مطابق نویں باب کی اشاعت) ۵- جون ۱۹۷۲ء کو ہوئی۔ اس طرح یہ سلسلہ تقریباً پانچ مہینے جاری رہا۔

یہ داستان جس کے بعض گوشوں سے اختلاف بھی ہو سکتا ہے اور اتفاق بھی، بڑی دلچسپ ہے اور ہم نے اس کا ایک ایک لفظ بڑے غور سے پڑھا ہے۔

ڈاکٹر ابوسلمان نے اسے "مولانا غلام رسول مہر اور پاکستان اسکیم" کے نام سے مرتب کرکے اور مجلس یادگار مہر کراچی نے اسے شائع کرکے سیاسیات برصغیر بالخصوص تحریک پاکستان کی بہت سی باتوں کی نقاب کشائی کردی ہے ۔

فاضل مرتب نے پہلے تو پیر علی محمد راشدی اور مولانا غلام رسول مہر کے مناسب الفاظ میں حالات بیان کیے ہیں ۔ اس کے بعد مہر صاحب اور ان کی پاکستان اسکیم کے متعلق اپنی طرف سے ذیلی عنوانات قائم کرکے راشدی صاحب کے مضامین خوب صورت انداز میں ترتیب دیے ہیں ۔ آخر میں ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی قرارداد لاہور اور مہر صاحب کی پاکستان سکیم کا موازنہ کیا گیا ہے ۔

اکتوبر ۱۹۳۸ء میں سندھ کی صوبائی مسلم لیگ کا اجلاس قائداعظم محمد علی جناح کے زیر صدارت کراچی میں ہوا تھا، جس میں بنگال کے مولوی فضل الحق، پنجاب کے وزیر اعلیٰ سر سکندر حیات خاں، مولانا شوکت علی اور ہندوستان کے بہت سے رہنماؤں نے شرکت کی تھی۔ مجلس استقبالیہ کے صدر سر عبداللہ ہارون اور جنرل سیکرٹری پیر علی محمد راشدی تھے ۔ راشدی صاحب کے بقول "یہ کانفرنس مسلمانوں کی تاریخ کی سب سے اہم کانفرنس ثابت ہوئی ۔ وجہ یہ کہ اس کانفرنس سے تحریک پاکستان کی ابتدا ہوئی ۔"

سر عبداللہ ہارون کی دعوت پر مولانا غلام رسول مہر اس کانفرنس کے انعقاد سے پہلے ہی کراچی تشریف لے گئے تھے ، وہ کئی دن وہاں مقیم رہے اور کانفرنس کی کامیابی کے لیے اُنھوں نے اہم خدمات سرانجام دیں ۔ صدر استقبالیہ کا خطبہ بھی مولانا مہر نے لکھا ۔ اس کانفرنس میں جو قرارداد ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو منظور ہوئی ، اس میں کہا گیا تھا کہ "ہندوستان میں دو فیڈریشن قائم کیے جائیں، جن میں ایک فیڈریشن مسلمانوں کا ہو اور دوسرا ہندوؤں کا ۔" قرارداد میں ان الفاظ کا اور دوسری بہت سی باتوں کا اضافہ مہر صاحب نے کیا تھا ۔

بقول ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی کے "یہ قرارداد گویا پیش خیمہ تھی، اُس قرارداد کا جو آگے چل کر مارچ ۱۹۴۰ء میں لاہور میں منظور ہوئی ۔"

علی محمد راشدی کے نزدیک مولانا مہر پاکستان کے پہلے ترجمان

تھے ۔ وہ لکھتے ہیں کہ "پاکستان کا خواب سب سے پہلے جس نے بھی دیکھا ہو، اس کی تعبیر ایک قابلِ عمل سیاسی فارمولے کی صورت میں مہر کے دماغ نے ہی فراہم کی"۔

اجلاس کراچی سے کچھ عرصہ بعد سر عبداللہ ہارون کے مشورے سے مولانا غلام رسول مہر دہلی گئے اور سات مہینے وہاں اقامت گزیں رہے ۔ اس اثنا میں اُنھوں نے ہندوستان کے تمام علاقوں اور شہروں بلکہ دیہات و قصبات تک کے بارے میں معلومات حاصل کیے اور یہ پتا چلایا کہ مسلمان کس مقام پر کس حیثیت میں ہیں اور ان کی صحیح تعداد کتنی ہے ۔ اپنے مطالعہ و معلومات کے مطابق انھوں نے نہایت محنت کے ساتھ ایک رپورٹ تیار کی اور اس کی روشنی میں یہ سکیم مرتب کی کہ کن کن علاقوں کا پاکستان میں شامل ہونا ضروری ہے ۔ اس عرصے میں پیر علی محمد راشدی دہلی میں موجود رہے، وہ اس اہم کام کے سلسلے میں مہر صاحب کے معاون اور سیکریٹری کی خدمات انجام دیتے تھے ۔

مولانا مہر کی سکیم کا خلاصہ یہ تھا ۔

۱۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی کے تناسب کے مطابق ہی ان کو رقبہ ملنا چاہیے، اور یہ پاکستان ہوگا ۔

۲ ۔ اسی اصول کے تحت ان کو مغرب میں ایک طرف تو آگرے تک کا علاقہ ملنا چاہیے اور دوسری طرف سارا راجپوتانہ ۔ مشرق میں ان کا علاقہ سارے بنگال، آسام اور بنگال سے متصل بہار کے ان اضلاع پر جہاں ان کی آبادی نصف کے قریب ہو، مشتمل ہونا چاہیے ۔

۳ ۔ اس نقشے کے مطابق مجوزہ پاکستان میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ۶۵ فی صد کے قریب بنتا تھا اور سارے ہندوستان کی مجموعی آبادی کی تین چوتھائی پاکستان میں آجاتی تھی ۔

۴ ۔ جنوب میں حیدر آباد دکن کو اسلامی ریاست تسلیم کیا جائے اور ہندوستان کے جنوبی اضلاع کے مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہو کہ اگر وہ چاہیں تو وہاں اگر بس جائیں ۔

۵ ۔ باقی ریاستیں جن کے حکمران مسلمان ہوں یا جہاں مسلمان آبادی کی اکثریت ہو، آزاد ریاستیں ہوں ۔

۶ ۔ اقلیتوں کو ہندوستان اور پاکستان میں خاص تحفظات حاصل ہوں تاکہ کسی بڑے پیمانے پر لوگوں کے بے گھر ہونے یعنی تبادلۂ آبادی کا احتمال یا ضرورت باقی نہ رہے ۔

مولانا غلام رسول مہر نے یہ سکیم مندرجہ ذیل اصولوں کو سامنے رکھ کر تیار کی تھی ۔

۱ ۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کو ان کی آبادی کے تناسب کے مطابق رقبہ ملے ۔

۲ ۔ برصغیر میں دو ایسی حکومتیں قائم ہوں جن کے مابین طاقت کا توازن قائم رہے ، یعنی ایک ملک کمزور اور دوسرا حد سے زیادہ طاقت ور نہ بن جائے ، کیونکہ عدم توازن کی صورت میں جھگڑے پیدا ہوں گے اور طاقت ور ملک کمزور ملک کو ہمیشہ پریشان کرتا رہے گا۔ اور اس سے برصغیر کے امن میں خلل واقع ہوتا رہے گا ۔

۳ ۔ انتقال آبادی کی ضرورت کم سے کم پیش آئے ۔

۴ ۔ جغرافیائی طور پر دونوں ملک اس پوزیشن میں رہیں کہ اپنا دفاع موثر طریقے سے کر سکیں ۔

۵ ۔ دونوں قوموں کی ماضی کی تاریخ کے خدوخال برقرار رہیں ۔ ہر قوم کے بڑے بڑے تاریخی اور ثقافتی مرکز اسی کے پاس رہیں تاکہ احساس محرومی کی وجہ سے کسی کو کسی سے لڑنے یا کسی خاص علاقے کی واگزاری کے لیے ٹکراؤ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے ۔

۶ ۔ جو تھوڑی بہت اقلیتیں اس کے بعد بھی دونوں طرف رہ جائیں گی ان کو ان کی خواہشات کے مطابق تحفظات حاصل ہوں تاکہ وہ اطمینان سے زندگی بسر کر سکیں ۔

یہ رپورٹ فروری ۱۹۴۰ء میں مرکزی مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے سامنے آ چکی تھی اور اسی کی روشنی میں وہ قرارداد مرتب ہوئی تھی جو مارچ ۱۹۴۰ء میں لاہور کے اجلاس میں منظور ہو کر " قرارداد پاکستان " کے نام سے مشہور ہوئی ۔

یہ پوری سکیم اس کتاب میں موجود ہے ۔ راشدی صاحب کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قیامِ پاکستان کی اصل سکیم یہی تھی اور اسی کے مطابق مسلم لیگ کو پاکستان کا مطالبہ کرنا چاہیے تھا ۔ قرارداد لاہور ان کے نزدیک مسئلے کا صحیح حل نہ تھا ۔ اُنھیں اس بات کا بہت افسوس ہے کہ مسلم لیگ نے مطالبۂ پاکستان کے وقت مولانا غلام رسول مہر کی سکیم کو پیشِ نگاہ نہیں رکھا ۔

بہرحال کتاب میں دورِ گزشتہ کی بہت سی شخصیتوں اور بہت سے سیاسی معاملات کا ایک خاص انداز سے ذکر کیا گیا ہے ۔ اس کے مطالعے سے بعض نئی چیزیں قارئین کے علم میں آئیں گی ۔

یہ اسکیم اُس دور میں مرتب کی گئی تھی، جب تحریک پاکستان کی جدوجہد میں زیادہ تیزی نہیں آئی تھی ۔ سوال یہ ہے کہ مسلم لیگ نے کیوں اسے لائق اعتنا نہ سمجھا؟ اس کے مطابق تقسیم ملک کا مطالبہ نہ کرنے کی آخر کیا وجہ تھی ؟ پھر ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیا یہ سکیم قابلِ عمل بھی تھی ؟ اس قسم کے بہت سے سوالات یہاں پیدا ہوتے ہیں ۔ ہمارے خیال میں اب پینتالیس سال بعد اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو اس موضوع کے تمام گوشوں پر کھل کر گفتگو کرنی چاہیے ۔

اگر مہر صاحب کی یہ سکیم مسلم لیگ کے نزدیک کسی وجہ سے قابلِ اعتنا یا لائق عمل نہ تھی تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پنجاب کے جن اضلاع میں مسلمان اکثریت میں تھے، وہ کیوں پاکستان میں شامل نہ کیے گئے ؟ مثلاً جالندھر، فیروزپور، امرتسر اور گورداس پور میں مسلمانوں کی تعداد غیر مسلموں سے کہیں زیادہ تھی، اُنھیں کیوں ہندوستان کے حوالے کیا گیا ؟ پھر ضلع لاہور کو کس بنا پر تقسیم کیا گیا جب کہ تمام ضلعے میں مسلمانوں کی اکثریت تھی ؟